ادب القاضی

رشوت............اور............عدالت

تحریر: علامہ صدر شہید (م۵۳۶ھ) ترجمہ جناب سعید احمد

۲۷۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (م ۵۷ھ) سے روایت ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی فی الحکم [1]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح الفاظ نقل کئے ہیں جن میں "فی الحکم" (فیصلہ میں) کی قید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسری روایت اس طرح مروی ہے: انہ لعن الراشی والمرتشی [2] (آپ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے)۔ اس میں "فی الحکم" (فیصلہ میں) کی قید نہیں ہے۔ ایک اور روایت یوں ہے: "لعن الراشی والمرتشی والرائش" [3]۔ "الراشی" رشوت دینے والا، "الرائش" وہ شخص ہے جو دونوں کے درمیان واسطہ بنتا ہے اور رشوت کی مقدار مقرر کراتا ہے۔

۲۷۷۔ لفظ رشوت "الرشا" (ڈول کی رسی) سے ماخوذ ہے۔ جس طرح پانی کھینچنے والا اس کے بغیر پانی حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح ایک انسان بھی رشوت کے بغیر اپنا ناجائز مطلب حاصل نہیں کرسکتا۔

۲۷۸۔ رشوت کی مندرجہ ذیل چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک شخص اس لئے رشوت دیتا ہے کہ اسے کسی کی طرف سے خوف ہے اس لئے وہ اس کو رشوت دے کر اپنی جان کا دفاع کرتا ہے۔

۲۔ یا وہ کسی کو اس لئے رشوت دیتا ہے کہ وہ حاکم وقت کے پاس اس کا معاملہ پیش کرے اور اس سلسلے میں تگ و دو کرے۔

۳۔ یا اس لئے رشوت دیتا ہے کہ وہ حاکم وقت سے منصب قضا حاصل کرے۔

۴۔ یا کوئی شخص قاضی کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کراتا ہے۔

۲۷۹۔ پہلی صورت (تحفظ جان) میں رشوت لینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ ڈرانے دھمکانے سے باز رہنا گویا ظلم کرنے سے باز رہنا ہے اور ایسا کرنا دین اسلام کی رو سے واجب ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے رقم لینا جائز نہیں۔ البتہ دینے والے کے لئے رشوت دینا جائز ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے رقم دی جو شریعت میں جائز ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کے مال و دولت کے حصول کی لالچ رکھتا ہے تو اگر اس نے اپنا کچھ مال اس کو بطور رشوت دے دیا تو لینا جائز نہیں مگر دینا جائز ہے، اس لئے کہ اس نے کچھ مال دے کر اپنے باقی مال کو محفوظ کر لیا۔

اگر کوئی شخص ظالم اور مظلوم کے درمیان واسطہ بنتا ہے اور کچھ مال اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے کہ وہ اس کو ظالم کے پاس پہنچا دے تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۲۸۰۔ دوسری صورت میں لینے والے کے لئے رشوت لینا جائز نہیں اس لئے کہ مسلمانوں کی مدد کرنا بغیر مال لئے اس پر واجب ہے۔ وہ اس کام کے لئے جو اس پر واجب ہے مال لیتا ہے حالانکہ اسے بغیر مال لئے یہ فریضہ انجام دینا چاہئے، اس لئے مال کا لینا جائز نہیں۔

اس طرح کا مال لینے کے جواز میں ایک حیلہ ہو سکتا ہے وہ اس طرح کہ لینے والا دینے والے سے کہے کہ آپ مجھے ایک دن کے لئے رات تک اجرت پر رکھ لیں تاکہ میں اس کے عوض آپ کا کام انجام دے سکوں۔ چنانچہ وہ اس شخص کو اجرت پر رکھ لے تو اس صورت میں لینا صحیح ہے۔ اب اجرت دینے والے کی مرضی کہ وہ اسے اس کام میں لگائے رکھے یا اس سے کوئی دوسرا کام لے۔

لیکن کیا دینے والے کے لئے اس طرح کے حیلہ کے بغیر دینا جائز ہے اس بارے میں علماء

☆جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہو گی☆

کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے لئے دینا جائز نہیں اور ثبوت میں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود والی حدیث پیش کرتے ہیں (اس کا ذکر بعد میں آتا ہے) علاوہ ازیں جب لینا جائز نہیں تو دینا بھی جائز نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دینا جائز ہے یہ زیادہ صحیح ہے جس طرح پہلی صورت میں ہے۔ یہ اس وقت ہے جب وہ اپنا کام کرانے سے پہلے دینا چاہے۔

اگر اس نے کام کرانے یا ظلم سے نجات دلانے کے بعد دیا ہے تو دینے والے کیلئے دینا جائز ہے، کیونکہ اس شخص نے اسے ظلم سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: من ازلف الیہ نعمۃ فلیشکرھا من غیر فضل [۴] (جس شخص کو کوئی نعمت پہنچی ہو تو اس کو اضافہ کئے بغیر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے)۔

جہاں تک لینے کا تعلق ہے تو آیا اس کے لئے یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے:

بعض کہتے ہیں لینا جائز نہیں اس لئے کہ اس نے یہ کام کرکے محض فرض ادا کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ لینا جائز ہے اور یہی صحیح ہے، کیونکہ یہ بر (نیکی) اور صلہ ہے، ان حضرات نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے اس مسئلہ پر اسے قیاس کیا ہے جو انہوں نے کتاب الصلوۃ میں بیان فرمایا ہے مسئلہ یہ ہے: اگر لوگ کوئی چیز امام یا موذن کے لئے جمع کرکے بغیر کسی شرط کے اسے دے دیں تو کتنا عمدہ اور مستحسن کام ہے۔ امام محمد نے اسے نیکی اور صلہ کی حیثیت دی ہے، یہاں بھی یہی صورت ہے۔

شمس الائمہ امام حلوانی (م ۴۴۸ھ) اپنے استاد (۵) کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ آیا اس نے اس شخص سے ایسا کام لیا ہے جس کے لئے اگر اسے اجرت پر رکھا جاتا تو وہ اجرت کا مستحق ہوتا؟ مثلاً اس نے اسے ظالم کے پاس پیغام پہنچانے کے لئے قاصد بنا کر بھیجا اور جب اس نے وہ پیغام ظالم کو پہنچایا تو اس نے ہدیہ کے طور پر اسے کوئی چیز دے دی تو اس صورت میں لینا جائز ہے بصورت دیگر جائز نہیں۔

۲۸۱۔ تیسری صورت (حصول منصب قضاء) میں نہ لینا جائز ہے نہ دینا کیونکہ وہ حاکم وقت کو

☆ الاصل بقاء ما کان علی ما کان۔ بنیادی طور پر جو چیز جس حالت پر ہو اسی پر باقی رہتی ہے ☆

اس لئے رشوت دے رہا ہے کہ لوگوں سے مال بٹورتا رہے لہٰذا اس کے لئے رشوت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں۔

۲۸۲۔ چوتھی صورت (اپنے حق میں فیصلہ کرانا) میں رشوت لینا حرام ہے، خواہ قاضی کا فیصلہ غیر منصفانہ ہو یا مبنی برحق۔

جہاں تک غیر منصفانہ فیصلہ کا تعلق ہے تو اس کی دو وجوہ ہیں: ایک تو اس لئے کہ یہ رشوت ہے، دوسرے یہ کہ اس قسم کا فعل غیر منصفانہ قضاء کا سبب بنتا ہے۔ اگر اس کا فیصلہ مبنی برحق ہو تو (اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) وہ اس فریضہ کو انجام دینے کے لئے مال لے رہا ہے حالانکہ اسے مال لئے بغیر یہ فریضہ انجام دینا چاہئے۔

جہاں تک (رشوت) دینے کا تعلق ہے اگر وہ غیر منصفانہ فیصلہ کرانے کے لئے ہو تب بھی، اور اگر منصفانہ فیصلہ کرانے کے لئے ہو تب بھی ناجائز ہے، امام خصاف نے باب کے آخر میں اس سے بحث کی ہے جیسا کہ اس سلسلے میں ہم انشاء اللہ گفتگو کریں گے۔ قاضی نے جس معاملہ میں رشوت وصول کی اس معاملے میں اس کا وہ فیصلہ نافذ العمل نہیں ہوگا، جیسا کہ امام خصاف نے باب کے آخر میں ذکر کیا ہے اور اس طرح اس معاملہ سے متعلق ساری کارروائی بھی کالعدم ہوگی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد کیا اس کے دیگر فیصلہ جات نافذ العمل ہوں گے؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح مسلک یہ ہے کہ وہ نافذ العمل ہوں گے۔ اس بارے میں کتاب کے آغاز میں بھی کچھ بیان ہوا ہے مزید تفصیل آگے آئے گی۔

۲۸۳۔ حسن بن عثمان سے مروی ہے:

کنت مع عمی ابی سلمة بن عبدالرحمن بالاسکندریة عند عبدالعزیز بن مروان، فدخل علیه فعرف له فضله وشرفه وکان البواب بعد ذلک مسیئا الیه فقال: یا ابن اخی ان منزلتی من صاحبی لحسنة وانی لاری هذا یسئی الی قال: فقلت له: لو اعطیته شیئا، قال: کیف اعطیه وقد لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی او قال: الراشی والمرتشی فی النار لا ادری ای ذلک قال (۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : حدود اللہ قریبی اور دوری تمام لوگوں پر قائم کرو

(میں اسکندریہ میں اپنے چچا ابو سلمہ بن عبدالرحمن (۷) کی معیت میں عبدالعزیز بن مروان (۸) کے ہاں تھا' میرے چچا (دربار میں) ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدالعزیز نے ان کی فضیلت اور بزرگی کا لحاظ رکھا مگر بعد ازاں دربان ان کے ساتھ بدلحاظی کرنے لگا تو انہوں نے کہا: بھتیجے میرے ساتھی کے نزدیک میرا مقام و مرتبہ اچھا ہے لیکن یہ دربان میرے ساتھ بدلحاظ نظر آتا ہے میں نے ان سے کہا: آپ اسے کچھ دے دلا دیں تو کیسا رہے' انہوں نے فرمایا: میں اس کو کوئی چیز کیونکر دوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے' یا آپ نے فرمایا: "رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنم میں ہوں گے" مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کون سے الفاظ آپ نے کہے۔

اس واقعہ کی رو سے علماء نے کہا ہے کہ قاضی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ایسا دربان متعین کرے جو لوگوں کو مسجد (جہاں فیصلے کئے جاتے ہیں) میں داخل ہونے سے اس وقت تک روکے رکھے جب تک کوئی چیز ان سے وصول نہ کرلے' کیونکہ یہ رشوت ہے جو وہ قاضی کے عہدہ کی وجہ سے وصول کرتا ہے۔ اس طرح اس کا رشوت لینا گویا قاضی کا رشوت لینا ہے۔ قاضی کو چاہئے کہ وہ ایسا دربان رکھے جو بلا معاوضہ کام کرے اور جو لوگوں کو قاضی کے پاس باری باری آنے کی اجازت دے۔ اگر اسے بلا معاوضہ کام کرنے والا دربان نہ ملے تو اس کو بقدر کفایت (بیت المال) سے تنخواہ دلائے جیسے قاضی کو بیت المال سے بقدر کفایت (وظیفہ) دیا جاتا ہے۔

۲۸۴۔ علقمہ (م ۶۱ھ) اور مسروق (۶۳ھ) سے روایت ہے:

انھما سالا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن السحت فقال الرشوۃ' فقالا: فی الحکم؟ قال ذلک کفر (۹)

(ان دونوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) سے سحت (حرام مال) کے بارے میں دریافت کیا تو عبد اللہ بن مسعود نے جواب دیا: مراد رشوت ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: فیصلے کے سلسلے میں؟ آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہوا)۔

اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے اصل معنی مراد نہیں بلکہ اس سے ان کا مقصود تہدید ہے' دوسرے یہ کہ اگر اس سے مراد درحقیقت کفر ہے تو آپ کے اس فرمان کا اطلاق اس شخص پر ہوگا جو اس کو جائز سمجھے' اگر اس نے جائز سمجھا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

ہدیہ رشوت کی ایک صورت ہے۔

۲۸۵۔ ابوالاحوص (م ۲۷۹ھ) سے روایت ہے:

قال عبدالله الرشوة فی الحکم کفر' انما السحت ان یهدی الرجل هدیة کیما یعینه علی حاجته عند السلطان (۱۰)

(حضرت عبداللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) نے فرمایا کہ فیصلہ کے ضمن میں رشوت لینا کفر ہے "سحت" یہ ہے کہ کوئی شخص ہدیہ پیش کرے تاکہ لینے والا حاکم وقت سے مقصد برآری میں اس کی مدد کرے)۔

ہدیہ کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام۔

۲۸۶۔ ہدیہ (۱۱) کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ ہدیہ دینے والے اور قبول کرنے والے دونوں کیلئے جائز

۲۔ ہدیہ دینے والے کے لئے جائز اور وصول کرنے والے کیلئے ناجائز

۳۔ دونوں کے لئے حرام

پہلی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو ہدیہ دے تاکہ آپس میں مودت و محبت بڑھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تهادوا تحابوا" (۱۲) (آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اسی طرح تم میں باہمی محبت پیدا ہوگی)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے خائف ہو اور اس کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے ہدیہ پیش کرے' مگر یہ ضروری نہیں کہ ظالم کو بھی معلوم ہو کہ وہ اسے اس مقصد کے لئے ہدیہ دے رہا ہے۔ اس صورت میں چونکہ ہدیہ دینے والے نے مال کو اپنی جان کی حفاظت کا

ذریعہ بنایا ہے اس لئے اس کے لئے حلال ہے اور وصول کرنے والے نے چونکہ اداء فرض پر ہدیہ لیا' لہٰذا اس کے لئے حرام ہے۔

تیسری صورت یہ ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ کسی کو اس لئے ہدیہ دیا جائے کہ وہ حاکم وقت سے اس کا کام کرا دے' یہ قول ان مشائخ کے قول کے حق میں حجت ہے جو اس کے مطابق عدم جواز کے قائل ہیں۔

ہمارے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہدیہ دینے سے مقصود وہ کام کرانا ہے جو کسی حالت میں بھی جائز نہیں (تو پھر نہ دینے والے کے لئے جائز ہے اور نہ لینے والے کے لئے)' اس کے برعکس اگر وہ کام اپنی جگہ جائز ہے تو ہدیہ دینے والے کے لئے دینا جائز اور لینے والے کے لئے لینا ناجائز ہے۔ ہدیہ قبول کرنے والا جواز کا حیلہ اختیار کرنا چاہے تو جواز کا وہی حیلہ ہے جو اس باب کے آغاز میں ہم نے بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو دفعہ نمبر ۲۸۰)۔

۲۸۷۔ مسروق سے مروی ہے:

القاضی اذا اخذ الهدیة فقد اکل السحت و اذا اخذ الرشوة فقد بلغ به الکفر (۱۳)

(اگر قاضی نے ہدیہ لیا تو اس نے سحت (حرام مال) کھایا اور اگر اس نے رشوت لی تو اس کی وجہ سے کفر کے درجہ تک پہنچ گیا)۔

جہاں تک ہدیہ کا تعلق ہے اس بارے میں ہم ساتویں باب کے آخر میں دلیل بیان کر چکے ہیں کہ قاضی کے لئے ہدیہ قبول کرنا مباح نہیں' الا یہ کہ ہماری ذکر کردہ صورت کے مطابق ہو ورنہ یہ ہدیہ سحت (حرام مال) ہوگا۔

رشوت کے بارے میں دو تاویلیں ہو سکتی ہیں جنہیں ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں (ملاحظہ ہو دفعہ نمبر ۲۸۴)۔

۲۸۸۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۰ھ) سے مروی ہے:

انه خطب و فی یده قارورة قال: ما اصبت بها منذ دخلتها الا هذه القارورة اهداها

دھقان [۱۴]

(انہوں نے خطبہ دیا جب کہ ان کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی فرمایا: میں جب سے کوفہ میں آیا ہوں اس بوتل کے سوا میں نے کوئی چیز نہیں لی جو گاؤں کے ایک چوہدری نے مجھے ہدیہ کے طور پر دی ہے)۔

یہ بات آپ نے اس لئے فرمائی کہ آپ لوگوں کے مال سے کنارہ کشی اور پرہیز کرتے تھے۔ ہر وہ شخص جو لوگوں کے معاملات کے ساتھ کوئی سروکار رکھتا ہو اسے اس طرح کی صفت سے متصف ہونا چاہئے۔

۲۸۹۔ امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ)ؒ سے روایت ہے:

اھدی الاصبھبذ الی عبدالحمید بن عبدالرحمن اربعین الفا او اقل، وکتب الی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فکتب الیہ: ان کان یھدی لک وانت بالجزیرۃ فاقبلھا والا احسبھا من خراجہ [۱۵]

(اصبھبذ نے عبدالحمید بن عبدالرحمن [۱۶] کی خدمت میں چالیس ہزار یا اس سے کم رقم بطور ھدیہ پیش کی۔ انہوں نے اس بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) سے لکھ کر دریافت کیا آپ نے ان کو یہ جواب لکھا: اگر وہ تمہیں یہ ہدیہ اس وقت بھی دیا کرتا تھا جب تم الجزیرہ میں تھے تو اسے قبول کر لو ورنہ اسے اس کے خراج کی رقم میں شمار کرو)۔

اس کا مطلب ہے کہ اگر اصبھبذ نے آپ کی معزولی اور اپنے گھر چلے جانے کے بعد یہ ہدیہ دیا ہے تو آپ یہ قبول کر لیں ورنہ اسے اس کے خراج میں شمار کریں۔

ایک سرکاری ملازم کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اگر وہ اپنے منصب سے سبکدوش ہو چکا ہو تو اس کے لئے ہدیہ قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر سبکدوش نہیں ہوا تو پھر اسے ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اگر وہ ہدیہ قبول کرتا ہے تو پھر اس کو خراج میں شمار کرے۔

۲۹۰۔ حسن بن رستم بیان کرتے ہیں:

انہ قال لعمر بن عبدالعزیز: یا امیر المومنین مالک لا تقبل الھدیۃ وکان رسول اللہ یقبلھا قال عمر انھا کانت علی عھد رسول اللہ ھدیۃ و انھا الیوم رشوۃ (۱۷)

(میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) سے دریافت کیا: امیر المومنین آپ ہدیہ کیوں نہیں قبول کرتے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرمایا کرتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ واقعی ہدیہ ہوتا تھا مگر اس دور میں یہ رشوت ہے)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اشارہ اس طرف تھا کہ اب زمانہ بگڑ گیا ہے۔ ہدیہ دینے والا ایسی چیز کی توقع کرتا ہے جو شریعت میں ناجائز ہے۔ اگر ہدیہ قبول کر لیا جائے تو یہ رشوت ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا اس وقت یہ سچ مچ ہدیہ تھا۔

۲۹۱۔ خیثمہ سے روایت ہے:

قال عمر رضی اللہ عنہ بابان من السحت یاکلھما الناس الرشوۃ ومھر الزانیۃ (۱۸)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حرام خوری کے دو طریقے ایسے ہیں جنہیں لوگ کھاتے ہیں۔ ایک رشوت اور دوسرا زانیہ کا مہر)۔

رشوت کے بارے میں ہم دلائل بیان کر چکے ہیں اور زانیہ کے مہر کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: نہی عن مھر البغی۔ (۱۹) (آپ نے زانیہ کے مہر کی ممانعت فرمائی) مزید یہ کہ زنا حرام ہے اور حرام کا معاوضہ لینا حرام ہے۔

۲۹۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۷۴ھ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ھدایا الامراء غلول (۲۰) (حکام کے ہدایا خیانت ہیں)

اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی حاکم کا طاقت ور بننا اور اس کی قوت سپاہ اسلام اور مسلمانوں

کے طفیل ہوتی ہے نہ کہ اس کی ذات کی وجہ سے' اس لئے ہدیہ بمنزلہ مال غنیمت مسلمانوں کی جماعت کے لئے ہوتا ہے' جب اس نے ہدیہ کو صرف اپنے لئے خاص کر لیا تو یہ خیانت کے زمرہ میں آئے گا' البتہ جو ہدیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے ان کا معاملہ برعکس ہے کیونکہ آپ کا غلبہ و قوت اپنی ذات کی وجہ سے تھی نہ کہ مسلمانوں کی وجہ سے' لہٰذا ہدیہ ان کی اپنی ذات کے لئے ہوتا تھا نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔

۲۹۳۔ یحیی بن سعید (م ۱۴۳ھ) سے روایت ہے:

لما بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن رواحۃ الی اھل خیبر اھدوا الیہ فردہ' وقال ھو سحت [۲۱]

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن رواحہ [۲۲] کو اہل خیبر کی طرف بھیجا تو (یہود نے) ان کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ انہوں نے یہ ہدیہ رد کر دیا اور کہا یہ (میرے لئے) حرام مال ہے)۔

مصنف نے پوری حدیث بیان نہیں کی امام محمد بن حسن رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب المزارعۃ کے آغاز میں یہ حدیث مکمل بیان کی ہے۔ [۲۳] ہم اپنی کتاب شرح المختصر [۲۴] میں اس حدیث کا مفہوم بیان کریں گے۔

۲۹۴۔ یحیی بن سعید (م ۱۴۳ھ) سے روایت ہے:

کتب عمر رضی اللہ عنہ الی اھل العراق: ان لنا ھدایا دھاقیننا [۲۵]

(حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اہل عراق کو یہ لکھا: ہمارے (عراقی) زمیندار ہمیں جو تحفے دیتے ہیں وہ ہمارے لئے ہیں)۔

دہاقین' عجمی اہل ذمہ روساء تھے جن کو خراج و جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ صحابہ کرام ان سے تحائف قبول کرنے کے سلسلے میں اس لئے وسیع الظرفی کا مظاہرہ کرتے تھے کہ ہدیہ پیش کرنا ان روساء کی عادت تھی اور انہیں صحابہ سے کسی قسم کا کوئی لالچ نہیں ہوتا تھا۔ وہ محض باہمی مودت و محبت بڑھانے کی خاطر تحائف پیش کرتے تھے۔ صحابہ اگر انہیں یہ تحائف واپس کر دیتے تو وہ

برا مانتے تھے' کیونکہ اس میں رشوت کا مفہوم نہیں ہوتا تھا' چنانچہ صحابہ کرام ان کے تحائف قبول کر لیتے تھے۔

تاہم اس بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف تھا بعض حضرات ان سے ہدایا قبول کر لیتے تھے اور اس کو خراج شمار نہ کرتے تھے' بعض حضرات قبول کرتے تھے مگر اسے خراج شمار کرتے تھے' حضرت عمر (م ۲۳ھ) اور حضرت علی (م ۴۰ھ) رضی اللہ عنہما ان حضرات میں سے تھے جو ہدایا قبول فرماتے اور ان کو خراج میں شمار نہیں کرتے تھے جب کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ ان حضرات میں سے تھے جو ہدایا قبول فرماتے مگر انہیں خراج شمار کرتے تھے۔

۲۹۵۔ خراج میں شامل کرنے کی بنیاد سفیان (م ۱۶۰ھ) کی ذکر کردہ یہ روایت ہے:

قدم معاذ برقيق من اليمن في زمن ابي بكر رضي الله عنه فقال له عمر رضي الله عنه: ادفعهم الى ابي بكر' فقال معاذ: ولم ادفع اليه رقيقي فانصرف الى منزله ولم يدفعهم' فنام ليلة ثم اصبح في الغد فدفعهم الى ابي بكر رضي الله عنه فقال له عمر: مابدالك قال: رأيتني فيما يرى النائم كاني ارى نارا اهوى فيها فاخذت بحجزتي فمنعتني من دخولها فظننت انهم الرقيق' فقال له ابو بكر رضي الله عنه: هم لك' فلما انصرف الى اهله فقام يصلي فراهم يصلون خلفه فقال: لمن تصلون قالوا الله تعالى' قال: فاذهبوا فانتم لله تعالى (۲۶)

(حضرت ابوبکر الصدیق (م ۱۳ھ) کے دور خلافت میں حضرت معاذ (م ۱۸ھ) یمن سے کچھ غلام لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: آپ ان غلاموں کو حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں پیش کر دیجئے' حضرت معاذ نے عرض کیا: میں اپنے غلام انہیں کیوں دے دوں اس کے بعد حضرت معاذ اپنے گھر چلے گئے اور غلام حضرت ابوبکر صدیق کو نہ دیئے۔ رات کو سو گئے اور اگلے روز صبح کے وقت غلاموں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے پوچھا تمہارے جی میں کیا آئی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آگ دیکھ رہا ہوں اور اس میں گرنے والا ہوں پھر آپ نے میری کمر پکڑ لی اور مجھے آگ میں جانے سے بچا لیا' سو مجھے خیال ہوا کہ یہی غلام مراد ہیں' حضرت

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ابوبکر صدیق نے ان سے فرمایا: یہ غلام تمہارے ہیں' حضرت معاذ اپنے گھر چلے گئے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو غلاموں کو دیکھا کہ وہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کس کے لئے نماز پڑھ رہے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالی کے لئے نماز پڑھ رہے ہیں تو انھوں نے فرمایا "فاذھبوا فانتم للہ تعالی" (تو پھر جاو' تم اللہ کے لئے (آزاد) ہو)

حضرت عمر (م ۲۴ھ) اور حضرت معاذ (م ۱۸ھ) رضی اللہ عنہما دونوں نے یہاں اپنی اپنی دلیل پر اعتماد کیا۔ حضرت عمر کی دلیل یہ تھی کہ حضرت معاذ کو یہ مال قضاء اور مسلمانوں کی خدمت کے طفیل ملا ہے لہذا یہ مسلمانوں کا ہے' اس لئے انہوں نے یہ مال خلیفہ کے حوالہ کرنے کا مشورہ دیا تاکہ بیت المال میں رکھا جائے' حضرت معاذ ایک دوسری دلیل پر اعتماد کر رہے تھے اس لئے وہ بھی اپنی رائے میں درست تھے۔

ایک روایت یوں ہے: "رایت کانی فی مفازۃ اضل فیھا وانت تدعونی الی العمران" گویا میں ایک چٹیل میدان میں بھٹکتا پھر رہا ہوں اور آپ مجھے آبادی کی طرف بلا رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت معاذ کو ان کی فضیلت کی وجہ سے یہ مال دے دیا تھا۔ حاکم وقت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی صاحب علم کی فضیلت کی وجہ سے بیت المال کی کوئی چیز اس کے لئے مخصوص کر دے۔

حضرت معاذ نے "فانتم للہ تعالی" کہہ کر غلاموں کو آزاد کر دیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا' اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نمازیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرماتے تھے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ) نے "کتاب العتاق" (۲۷) میں یہ بیان نہیں کیا کہ جو شخص اپنے غلام سے یوں کہتا ہے "انت للہ" تو کیا وہ آزاد ہو جائے گا انہوں نے "النوادر" (۲۸) میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) کی رائے میں وہ آزاد نہیں ہو گا' اس لئے کہ اس قسم کے جملے میں دونوں احتمال ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ تم اللہ تعالی کے بندے ہو' اس لئے کہ غلام بھی تو اللہ تعالی کا بندہ ہوتا ہے یا اس سے مراد ہو کہ تم آزاد ہو۔ اور جس جملے

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

میں ایک سے زائد احتمال ہوں وہ قابل حجت نہیں۔

صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک اس قسم کا جملہ کہنے سے غلام آزاد ہو جاتا ہے اس لئے یہ روایت ان کے نقطہ نظر کی تائید میں امام ابوحنیفہ کے نقطہ نظر کے خلاف دلیل ہے۔

۲۹۶۔ حضرت ابو حمید الساعدی سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعمل عبداللہ بن اللتبیۃ علی صدقات بنی سلیم' فلما جاء قال: ھذا لکم وھذا اھدی الی فخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ فقال: مابال رجال نولیھم امورا مما ولانا اللہ تعالی فیجئی احدھم فیقول: ھذا لکم وھذا اھدی الی افلایجلس فی بیت ابیہ و امہ حتی تاتیہ ھدیتہ ان کان صادقا' وفی روایۃ: ھلا جلس عند حفش امہ فینظر ھل یھدیٰ الیہ ام لا (۲۹)

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن اللتبیہ (۳۰) کو بنی سلیم سے زکوۃ وصول کرنے پر متعین فرمایا' جب وہ واپس آئے تو عرض کیا: یہ چیزیں آپ (سرکاری خزانہ) کے لئے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ کے طور پر دی گئی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اللہ تعالی کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:
کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم انہیں بعض معاملات کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں جو اللہ تعالی نے ہمارے ذمہ کئے ہیں پھر ان میں سے ایک شخص آ کر یوں کہتا ہے: یہ چیزیں آپ (سرکاری خزانہ) کے لئے ہیں اور یہ مجھے ہدیہ کے طور پر دی گئی ہیں' اگر وہ اس میں سچا ہے تو پھر اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ جاتا کہ وہیں اس کے پاس اس کا ہدیہ آ جایا کرے ایک اور روایت میں یوں آیا ہے: (وہ اپنی ماں کی جھونپڑی کے پاس کیوں نہیں بیٹھ جاتا تاکہ اس بات کا اندازہ کر سکے کہ اس کے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ جب آپ کسی صحابی سے کوئی ایسی بات سنتے جو آپ کو ناگوار گزرتی تو آپ اس کو علانیہ جواب نہیں دیتے تھے اور نہ ہی اس سے سختی

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

سے پیش آتے تھے' بلکہ آپ خطبہ ارشاد فرماتے اور اس خطبہ میں اس بات کا اظہار فرما دیا کرتے تھے اس طرح جس شخص کو کچھ بتانا مقصود ہوتا اسے بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ یہ طریق کار لوگوں کی پردہ پوشی اور حسن سلوک کے اصولوں سے قریب تر ہے۔

اس حدیث سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ سرکاری ملازم کو کوئی ہدیہ دیا جائے تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اسے قبول کرے' اگر اس نے اسے بطور تحفہ قبول کر لیا تو یہ اس کی اپنی ملکیت نہیں ہو گا بلکہ بیت المال کی ملکیت ہوگا' اس لئے کہ کسی حاکم کی طاقت و قوت اسلامی فوج اور مسلمانوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس ہدیہ کی حیثیت مال غنیمت کی ہوئی جسے بیت المال میں رکھا جاتا ہے۔

۲۹۷۔ علی بن ربیعہ سے روایت ہے:

ان علیا رضی اللہ عنہ استعمل رجلا من بنی اسد یقال لہ ضبیعۃ بن زھیر فلما جاء قال: یا امیر المومنین اھدی الی فی عملی سمن فاتیتک بہ' فان کان حلالا اکلنا' والا فقد اتیتک بہ' فقبضہ علی رضی اللہ عنہ و قال لو حبستہا کان غلولا (۳۱)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ) نے قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص کو عامل مقرر کیا جس کا نام ضبیعہ بن زہیر تھا' جب وہ واپس آیا تو حضرت علی کی خدمت میں عرض کیا: اے امیر المومنین دوران ملازمت مجھے کچھ گھی تحفہ میں ملا ہے اس کو میں آپ کے پاس لایا ہوں اگر یہ ہمارے لئے حلال ہو تو ہم اسے کھالیں ورنہ آپ کی خدمت میں لے ہی آیا ہوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے اس سے وہ گھی لے لیا اور فرمایا: اگر تم اس کو رکھ لیتے تو یہ خیانت ہوتی) اس روایت کا بھی وہی مفہوم ہے جو پچھلی کا ہے۔

۲۹۸۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) کے متعلق روایت ہے:

انہ نزل منزلا بالشام فاھدی الیہ تفاح فامرد بردہ' فقال لہ عمرو بن قیس: یا امیر المومنین: اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاکل الھدیۃ؟ فقال ویحک یا عمرو ان الھدیۃ کانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدیۃ وھی لنا

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

الیوم رشوة قال: فقام رجل من اهل بیته یقال له هشام، وکان یعرف عمر بصلاح فقال: یا امیر المومنین لو امرت به فقوم واعطیتهم ثمنه و اکلته، فامر به فقوم و اعطاهم ثمنه (۳۲)

(وہ شام میں ایک جگہ ٹھہرے تو انہیں ایک سیب ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے واپس کرنے کا حکم دے دیا۔ اس پر عمرو بن قیس نے عرض کیا: امیر المومنین کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تناول فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا اے عمرو، افسوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ ہدیہ ہوتا تھا مگر آج کے دور میں ہمارے لئے یہ رشوت ہو گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کے اھل خانہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک نیک شخص کے طور پر جانتے تھے۔ اس نے عرض کیا، امیر المومنین اگر آپ اجازت دیں تو اس سیب کی قیمت لگوائی جائے آپ اس کی قیمت ادا کر دیں پھر اس کو تناول فرمائیں، چنانچہ آپ کے حکم پر اس سیب کی قیمت لگائی گئی اور آپ نے اس کی قیمت ادا کی)۔

اس سے قبل ہم اس حدیث کے ابتدائی حصہ کا مفہوم بیان کر چکے ہیں، اس آدمی کا یہ کہنا کہ آپ کا حکم ہو تو سیب کی قیمت لگوائی جائے، تو اس کے پیش نظر دو مقصد تھے کہ ایسا کرنا حسن سلوک کے قریب تر ہے کیونکہ ہدیہ واپس کرنے میں ہدیہ دینے والے کو برا لگتا اور ناگوار گزرتا، یا اس نے محسوس کر لیا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سیب کھانا چاہتے ہیں لیکن رشوت کے خدشے کے پیش نظر آپ نے اسے واپس کر دیا ہے۔

۲۹۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں روایت ہے:

انه اخذ فی ارض الحبشة فرشاهم حتی خلوا سبیله (۳۳)

(کہ وہ سرزمین حبشہ میں پکڑ لئے گئے سو آپ نے ان لوگوں کو رشوت دی تاآنکہ انہوں نے آپ کو آزاد کر دیا)۔

اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان حضرات میں سے تھے جنہوں نے حبشہ ہجرت کی تھی اور یہ کہ جو شخص کسی ناانصافی سے دوچار ہو جائے اس کے لئے

گلو خلاصی کی خاطر رشوت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۰۰۔ ایوب (م ۱۳۱ھ) سے مروی ہے:

اخذ سارق بمکۃ فرشاھم طاووس دینارا حتی خلوا سبیلہ

(مکہ معظمہ میں ایک چور گرفتار کیا گیا تو طاووس (۳۴) نے گرفتار کرنے والوں کو ایک دینار بطور رشوت دیا جس پر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا)۔

اس روایت کی دو تاویلیں ہو سکتیں ہیں' ایک یہ کہ وہ شخص چوری کے جھوٹے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا' اس لئے کہ جب چوری کا ثبوت مل جائے تو پھر اس سے حد ساقط کرانے کی خاطر کسی کو رشوت دینا جائز نہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ شخص کسی اور مقدمہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ طاوس کو معلوم تھا کہ اس میں یہ بے قصور ہے' وہ چوری میں گرفتار نہیں ہوا تھا' چوری کا اطلاق محض پہچان کے لئے تھا۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب مسلمان کسی مسلمان پر کوئی ظلم ہوتا ہوا دیکھے تو رشوت دے کر اس کو ظلم سے نجات دلانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۰۱۔ جابر بن زید (۳۵) عطاء (۳۶) اور حجاج (۳۷) سے مروی ہے:

لاباس بالرشوۃ اذا خاف الرجل علی نفسہ الظلم (۳۸)

(جب کسی شخص کو اپنی ذات پر ظلم و ناانصافی کا خطرہ ہو تو اس کے لئے رشوت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں)

اس قول سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ اس شخص کو رشوت دے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کو مستقبل میں ظلم و ناانصافی کا خطرہ دامن گیر ہو' اگرچہ اسے کوئی فوری خطرہ درپیش نہ ہو۔

۳۰۲۔ جابر (م ۹۳ھ) سے مروی ہے:

لم نجد فی زمن عبیداللہ بن زیاد (۳۹) انفع لنا من الرشا (۴۰)

(ہمارے لئے عبیداللہ بن زیاد (م ۶۷ھ) کے عہد میں رشوت سے زیادہ اور کوئی طریقہ

فائدہ مند نہیں تھا)۔

اس روایت میں عبیداللہ بن زیاد کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں "فی زمن بنی امیۃ" ہے' ایک اور روایت میں اس زمانہ کے حکمران کا ذکر موجود ہے یعنی "صاحب الزمان" کے الفاظ آئے ہیں۔ ایک روایت میں "صاحب الزمان" کے بجائے "فی ذلک الزمان" کے الفاظ آئے ہیں۔ اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنی جان و مال کو ظلم سے بچانے کی خاطر رشوت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۰۳۔ مجاہد (م ۱۳۲ھ) سے مروی ہے:

اجعل مالک جنۃ دون دینک ولا تجعل دینک جنۃ دون مالک [۴۱]

(اپنے مال کو اپنے دین کی حفاظت میں ڈھال بناو اور اپنے دین کو اپنے مال کی حفاظت میں ڈھال نہ بناو)۔

اس روایت سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ جب کسی شخص کا دین یا اس کی جان خطرہ میں پڑ جائے تو ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۰۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی زبان سے کوئی خطرہ محسوس کرتے تو اس کو روپیہ دے دیا کرتے تھے۔ آپ شعراء کو بھی نوازتے تھے۔

۳۰۵۔ اس ضمن میں متعدد روایات ہیں جن سے ثابت ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی زبان یا کسی کے ظلم یا کسی شاعر سے کوئی خطرہ محسوس کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ اس پر مال خرچ کردے۔

۳۰۶۔ زید بن اسلم اپنے والد سے یہ روایت بیان کرتے ہیں:۔

بعثنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الی بعض ولدہ لا دعوہ لہ' ونھانی ان اخبرہ لای شئی ادعوہ فدعوتہ فسال عم یدعوہ ابوہ' فابیت ان اخبرہ فقال اخبرنی علی انی ارشوک ھذہ الدجاجۃ و ھذا الدیک' فقلت علی ان لا تخبر عمر قال نعم'

فرشانی فاخبرتہ' فلما رجعت الی عمر قال اخبرتہ؟ فواللہ ما استطعت ان اقول لا' فقال' ارشاک فقلت نعم' فقال: مارشاک فقلت :دیکاو دجاجۃ ھندین' قال: فاخذ بیسارہ یدی واخذ الدرۃ بیمینہ' قال فجعل یضربنی' فجعلت انزوی حتی اوجعنی ضربا و جعل یقول لی: انک لجری

(مجھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ایک بیٹے کے پاس بھیجا تاکہ انہیں ان کے پاس بلا لاؤں۔ آپ نے مجھے ان کو یہ بتلانے سے منع کر دیا تھا کہ میں ان کو کیوں بلوا رہا ہوں۔ میں انہیں بلانے چلا گیا' ان کے صاحبزادے نے دریافت کیا کہ ان کے والد انہیں کیوں بلا رہے ہیں میں نے بتلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اس شرط پر بتا دو کہ میں تمہیں یہ مرغی اور یہ مرغا بطور رشوت دوں۔ میں نے کہا: اس شرط پر کہ آپ حضرت عمر کو اس کی اطلاع نہ کریں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ انہوں نے مجھے رشوت دی اور میں نے انہیں بلوانے کی وجہ بیان کر دی' میں جب حضرت عمر کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تم نے اسے کچھ بتایا؟ بخدا مجھ میں نفی میں جواب دینے کی ہمت نہ تھی چنانچہ میں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا: کیا اس نے تجھے رشوت دی ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا انہوں نے پوچھا: اس نے تمہیں کیا رشوت دی میں نے جواب دیا: ایک ہندوستانی مرغا اور ایک ہندوستانی مرغی' انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں درہ لے لیا اور مجھے مارنے لگے تو میں سمٹتا گیا۔ تاآنکہ انہوں نے مجھے مار مار کر میرا جسم دکھا دیا اور مجھ سے کہتے جاتے تھے: تیری یہ ہمت)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے ساتھ جو تادیبی کارروائی کی تھی اس کی دو وجوہ ہیں ۔ ایک یہ کہ اس نے حضرت عمر کے ساتھ بدمعاملگی کی تھی' کیونکہ آپ نے اس کو اس بات کے بتانے سے منع کر دیا تھا مگر اس نے وہ بات بتا دی ۔ دوسرے یہ کہ اس نے رشوت لی تھی ۔

اس میں ایک روایت "انک لجری" اور دوسری "لجربز" سے آئی ہے' اگر "لجری" ہو تو مطلب ہے کہ رشوت لینے کے سلسلے میں تم نے اللہ تعالی کے سامنے جسارت کا مظاہرہ کیا ہے۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

اگر "بلجربز" کے ساتھ ہو تو اس سے مراد فارسی زبان کا کربز ہے جس کا مطلب فریبی ہے یعنی اب تم اس لئے سمٹ رہے ہو کہ اس پٹائی سے تمہیں تکلیف نہ پہنچے۔

۳۰۷۔ شعبی (م ۱۰۳ھ) سے مروی ہے:

لان اعطی درھما فی النائبة احب الی من ان اعطی خمسة دراھم

(مجھے مصیبت میں ایک درہم دینا پانچ درہم (صدقہ) دینے سے زیادہ مرغوب ہے)

مصیبت سے مراد قیدی کو آزاد کرانا ہے۔ قیدی کو آزاد کرانا مساکین کو صدقہ دینے سے بہتر ہے' اس لئے کہ قیدی تباہی کے دھانے پر ہوتا ہے لہٰذا اسے آزاد کرانا اسے نئی زندگی دینا ہے۔

۳۰۸۔ مصنف (متن) فرماتے ہیں کوئی شخص ظالم بادشاہ کے ظلم کا شکار ہے جو اس کی ذات یا اس کی اولاد یا کسی فرد خاندان یا جائیداد پر ظلم و تعدی کرتا ہے اور اس کو روکنے کے لئے یہ شخص اس سے کوئی معاملہ کرتا ہے اور اس کے ظلم سے بچنے کی خاطر اگر اس ظالم بادشاہ کو رشوت دیتا ہے تو ہمیں امید ہے کہ وہ اس سلسلے میں گناہ گار نہیں ہوگا۔ وجہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ انھوں نے لفظ "امید" کے ساتھ اس لئے معلق کیا ہے کہ رشوت وصول کرنا حرام ہے اور رشوت دینا رشوت لینے کا موقع فراہم کرنا ہے اور حرام کام کا موقع دینا بھی حرام ہے' لیکن یہاں رشوت دینے والے کا ارادہ تو اپنی ذات اور اپنی جائیداد سے ظلم کا دفاع کرنا ہے لہٰذا اس وجہ کے پیش نظر رشوت دینا حرام اور اس وجہ کے پیش نظر حرام نہیں' اسی لئے اس کو "امید" کے ساتھ معلق کردیا گیا ہے۔

اس صورت میں اور قاضی کو رشوت دینے کی صورت میں یہ فرق ہے کہ قاضی کو وہ اس لئے رشوت دیتا ہے کہ اپنے حق میں فیصلہ کرالے' چنانچہ نہ رشوت لینے والے کے لئے لینا اور نہ دینے والے کے لئے دینا جائز ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کو رشوت دینے کا مقصد اپنی ذات اور اپنے مال کو ظلم سے محفوظ رکھنا ہے اس لئے رشوت دینے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔ جہاں تک قاضی کو رشوت دینے کا تعلق ہے تو اس میں اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا'

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا

اس لئے کہ اس میں مدعی کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز کا مالک ہو جائے یا اس کا حقدار بن جائے۔ اس کا یہ مقصد اس وقت حاصل ہوتا ہے جب فیصلے کا نفاذ ہو چکا ہو اور جس فیصلہ میں قاضی نے رشوت لی ہو اس کا وہ فیصلہ باطل ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ جب یہ امر کسی قاضی کے سامنے واضح ہو جائے کہ سابق قاضی نے اس فیصلے کے عوض رشوت قبول کی تھی تو اس کے لئے یہ جائز نہیں رہتا کہ اس سابقہ فیصلے کو نافذ العمل قرار دے' بلکہ اسے چاہئے کہ اسے کالعدم قرار دے دے' اس لئے اس صورت میں رشوت دینے والا گناہ گار ہوتا ہے۔

مزید برآں رشوت لینے والے قاضی کا کوئی فیصلہ ان معاملات میں نافذ العمل نہیں ہوتا جن میں اس نے رشوت قبول کی ہو' اس لئے کہ جب مدعی نے اس کو رشوت دی تو گویا اس کو ایسے معاملے کا فیصلہ کرنے کی اجرت دی جو اس پر پہلے ہی فرض تھا اور ادائے فرض پر اجرت وصول کرنا ناجائز ہے' جس طرح اذان اور اقامت پر اجرت وصول کرنا ناجائز ہے۔

۳۰۹۔ اگر مدعی نے قاضی کے بیٹے یا اس کے اہل کار یا اس کے عملے میں سے کسی کو اس لئے رشوت دی کہ وہ قاضی کے ہاں اس کی مدد کرے اور اس کے حق میں فیصلہ کرا دے' جبکہ فی الواقعہ وہ اس کا حق بھی ہو اور قاضی نے فیصلہ کر دیا لیکن اسے اس کا علم نہیں تو اس صورت میں مدعی اپنے فعل پر گناہ گار ہوگا اور رشوت لینے والا عتاب کا سزاوار ہے' اس لئے کہ رشوت لینا اس کے لئے حرام ہے' تاہم قاضی کا فیصلہ اپنی جگہ نافذالعمل ہوگا' اس لئے کہ قاضی نے قضا میں اجرت وصول نہیں کی۔ چونکہ اس نے رشوت نہیں لی' لہٰذا اس کا فیصلہ نافذالعمل ہوگا' بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں قاضی نے خود اجرت وصول کی۔

۳۱۰۔ فقہاء کا کہنا ہے کہ قاضی کے لئے یہ نامناسب ہے کہ وہ کسی شخص کی طرف سے کوئی ہدیہ قبول کرے' الا یہ کہ وہ شخص اس کے منصب قضاء سنبھالنے سے پیشتر بھی اسے ہدیہ دیا کرتا ہو (۴۲) اس بارے میں تفصیل ساتویں باب کے آخر میں گزر چکی ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی : الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

حواشی و حوالہ جات

۱۔ دیکھئے: سنن الترمذی (الاحکام) ۲: ۳۹۷(۱۳۵۱)' المستدرک ۴: ۱۰۳' موارد الظمان الی زوائد ابن حبان: ص ۲۹۰(۱۱۹۶)' مسند امام احمد ۲: ۳۸۷۔۳۸۸' منحۃ المعبود: ۷۔۱۴۳' مجمع الزوائد ۴: ۱۹۹' اخبار القضاۃ ۱: ۴۶' جامع الاصول ۱۰: ۵۴۸۔۵۴۹(۷۶۴۳)' تلخیص الحبیر ۴: ۱۸۹(۲۰۹۳)' المقاصد الحسنۃ: ص ۳۳۵(۸۶۱)' الجامع الصغیر ۲: ۱۲۳۔۱۲۴' التیسیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۲۹۲' مشکاۃ المصابیح ۲: ۳۳۹(۳۷۵۴)' سبل السلام ۴: ۱۲۴(۱۵)' نیل الاوطار ۸: ۲۷۶' صفوۃ الاحکام من نیل الاوطار و سبل السلام از قحطان عبدالرحمن الدوری: ص ۲۲۶' ادب القاضی للماوردی: ج ۱ ص ۱۵۲(۸۰)' ج ۲ ص ۱۷۲' ۲۷۹(۳۰۶۰)' (۳۰۹۰)'

۲۔ دیکھئے سنن ابی داود ۳: ۳۰۰(۳۵۸۱)' سنن الترمذی ۲: ۳۹۷(۱۳۵۲)' سنن ابن ماجۃ ۲: ۷۷۵(۲۳۱۳)' مسند امام احمد: ج ۲ ص ۱۶۴' ۱۹۰' ۱۹۴' سنن ابن ماجۃ: ج ۲ ص ۱۹۰' ۲۱۲' السنن الکبری ۱۰: ۱۳۸۔۱۳۹' المعجم الصغیر ۱: ۲۸' مجمع الزوائد ۴: ۱۹۹' اخبار القضاۃ ۱: ۴۶۔۴۷' کشف الخفاء ۲: ۲۰۴(۲۰۴۸)' منتخب کنز العمال ۲: ۲۰۰' المطالب العالیۃ ۲: ۲۴۹(۲۱۳۲۔۲۱۳۳)'

۳۔ مسند امام احمد: ۵: ۲۷۹' المستدرک ۴: ۱۰۳' مجمع الزوائد ۴: ۱۹۸۔۱۹۹' منتخب کنز العمال ۲: ۲۰۰' اخبار القضاۃ ۱: ۴۹۔۵۰' مشکاۃ المصابیح ۲: ۳۳۹(۳۷۵۵)'

۴۔ سنن ابی داود ۲: ۱۲۸(۱۶۷۲)' سنن النسائی (کتاب الزکوۃ): ج ۵ ص ۸۲' مسند امام احمد ۲: ۶۸' ۹۶' ۹۹' ۱۲۷' ج ۶ ص ۹۰' سنن ابی داود: (الاحکام) ۴: ۲۵۶(۳۸۱۳)' المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ ۲: ۳۰۴(۲۵۸۷)' مجمع الزوائد ۸: ۱۸۱۔

۵۔ غالباً اس سے مراد قاضی امام حسین بن الخضر بن محمد بن یوسف ابو علی النسفی ہیں جو امام حلوانی کے استاد فقہ ہیں' یہ اپنے وقت کے امام اور فشیدیزجی کے نام سے مشہور تھے (فشیدیزہ کی طرف نسبت کی وجہ سے)' یہ امام ابوبکر محمد بن الفضل کے شاگرد ہیں اور بخارا میں ان کی خدمت میں رہے تھے' بغداد میں ان کے شاگردوں نے ان سے علم فقہ حاصل کیا تھا' ۴۲۴ھ میں وفات پائی' سوانح حیات کے لئے دیکھئے: الجواھر المضیۃ ۱: ۲۱۱ (۵۲۳)' الفوائد البھیۃ: ص ۶۶' اللباب فی تھذیب الانساب ۲: ۴۳۳' طبقات الفقہاء: ص ۶۹' طبقات اصحاب الحنفیۃ لابن الحنائی: (مخطوطہ ۲۰ آ)

۶۔ المصنف: ج ۸ ص ۱۳۸ تا ۱۳۹ (۱۴۶۷۰)' اخبار القضاۃ ۱: ۴۷' مجمع الزوائد ۴: ۱۹۹'

۷۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف القرشی الزھری کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے' ان کا نام عبداللہ تھا' بعض کے نزدیک اسماعیل تھا' مگر مشہور پہلے نام سے تھے' آپ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے' انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے حدیث کی سماعت کی تھی جن میں حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمرو اور حضرت جابر رضی اللہ عنھم شامل ہیں' فتوی کے معاملے میں صحابہ سے اس حد تک جھگڑتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے ان سے کہا تھا ابو سلمہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری مثال کیا ہے؟ تمہاری مثال تو اس چوزے کی سی ہے جو مرغ کی اذان سنتا ہے تو اس کے ساتھ اذان دینا شروع کر دیتا ہے' ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ میں تمہیں اس چوزے کی مانند پاتی ہوں کہ جب مرغ کے پاس جاتا ہے تو اس کے ساتھ چلانا شروع کر دیتا ہے' تابعین کی ایک کثیر تعداد نے ان سے حدیث کی سماعت کی ہے' ان کی عظمت اور رفعت شان پر سب متفق ہیں۔ ابن

سعد کہتے ہیں کہ آپ ایک ثقہ فقیہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ۹۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور امام ابو زرعہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' مزید سوانح حیات کے لئے دیکھئے: طبقات ابن سعد: ج ۲ قسم ۲ ص ۱۳۱' الجمع بین کتابی الکلاباذی و الاصبھانی: ص ۲۵۴' تذکرۃ الحفاظ ا: ۶۳(۵۲)' تھذیب التھذیب: ج ۱۲ ص ۱۱۵' تقریب التھذیب ۲: ۴۳۰(۶۳)' تھذیب الاسماء و اللغات: قسم ا ج ۲ ص ۲۴۰' موطا امام مالک (فواد عبدالباقی) ا: ۴۶' کتاب الطھارۃ: حدیث نمبر ۷۲' ادب القاضی (الماوردی) ا: ۴۷۵ ـ ۴۷۶ (۱۰۶۹)' اخبار القضاۃ ا: ۴۷ـ۴۸' ۱۱۶ـ۱۱۸۔

۸۔ عبدالعزیز بن مروان بن الحکم الاموی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد ہیں' انہیں ان کے والد نے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا اور ان کے بھائی عبدالملک کے بعد انہیں ولی عہد بنایا تھا' ابن سعد کہتے ہیں آپ ثقہ اور قلیل الحدیث تھے' ۸۵ھ میں مصر میں وفات پائی' ابن خیاط کے مطابق ۸۲ھ میں اور ابن یونس کے مطابق ۸۶ھ میں وفات پائی تھی' سوانح حیات کے لئے دیکھئے: تھذیب الاسماء و اللغات: قسم ا ج ا ص ۳۰۶(۳۶۷)' طبقات ابن سعد: ج ۴ ص ۱۱۵' ج ۵ ص ۱۶۷' ۲۴۳' ۲۸۶' ج ۷ قسم ۲ ص ۱۵۷' الامامۃ و السیاسۃ: ص ۱۷ ج ۲' اخبار القضاۃ: ج ۳ ص ۲۲۴ـ۲۲۸' طبقات خلیفہ ابن خیاط: ۲۴۰' تاریخ خلیفہ بن خیاط: ۲۲۰' ۲۵۷' ۲۶۷' ۲۶۸' ۲۷۶' ۲۹۰' ۳۰۱'

۹۔ دیکھئے: مجمع الزوائد ۴:۱۹۹' السنن الکبری ۱۰: ۱۳۹' المطالب العالیۃ ۲: ۲۵۰(۲۱۳۴' ۲۱۳۵)' المصنف (عبدالرزاق) ۸: ۱۴۷(۱۴۶۶۴)' صحیح البخاری (الاجارۃ) ۲: ۲۴' موطا امام مالک بشرح تنویر الحوالک (کتاب المساقاۃ): ج ۲ ص ۹۸' اخبار القضاۃ ا: ۵۱'

۱۰۔ اخبار القضاۃ ا: ۵۲' منتخب کنز العمال (علی ھامش المسند) ۲: ۲۰۰' السنن الکبری ۱۰: ۱۳۹'

۱۱۔ شریعت میں کسی کو ہدیہ دینا مستحب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "نعم الشئی اذا دخلت الباب ضحکت الاسفکۃ" ایک اور روایت ہے: "الھدیۃ تذھب وحر الصدور او وغر الصدور" آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: "تھادوا تحابوا" مگر ہدیہ اس شخص کو دینا چاہئے جس کو مسلمانوں کے معاملات سپرد نہ کئے گئے ہوں۔ جو حضرات مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار ہیں مثلاً قاضی یا حکام تو انہیں ہدیہ قبول کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے' بالخصوص وہ قاضی یا حاکم جو اپنا منصب سنبھالنے سے قبل ہدیے قبول نہیں کرتا تھا' اس لئے کہ یہ ہدیہ بطور رشوت ہوتا ہے۔

۱۲۔ الادب المفرد: حدیث نمبر ۵۹۴' الجامع الصغیر ا: ۱۳۳' سبل السلام ۳: ۹۰(۸)' منتخب کنز العمال ۲: ۱۹۷' کشف الخفاء ا: ۳۸۱(۱۰۲۳)' نیل الاوطار ۵: ۳۶۷' صفوۃ الاحکام: ص ۴۳' المقاصد الحسنۃ: ۱۶۵(۳۵۲)۔

۱۳۔ اخبار القضاۃ ا: ۵۳' ادب القاضی لابی مھلب الھیثم بن سلیمان القیسی: ص ۲۴' روضۃ القضاۃ ا: ۸۹ ـ

۱۴۔ المصنف: ج ۸ ص ۱۴۹(۱۴۶۷۳)'

۱۵۔ ادب القاضی (ابو المھلب): ص ۲۴'

۱۶۔ عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب العدوی ابو عمر المدنی' ان کی والدہ کا نام میمونہ بنت بشر تھا۔ انہوں نے اپنے والد' حضرت ابن عباس' مسلم بن یسار و دیگر صحابہ کرام سے حدیث کی روایت کی ہے' ان سے ان کے بیٹوں زید' عمرو اور عبدالکبیر نے اور زہری و قتادہ وغیرہ نے حدیث کی روایت کی ہے امام نسائی اور عجلی و دیگر آئمہ کرام نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے' کوفہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے گورنر رہے۔ ابو الزناد ان کے سیکریٹری تھے ان کا ہشام بن عبدالملک کے دور میں انتقال ہوا۔ ان سے

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حدود اللہ قریبی اور دوری تمام لوگوں پر قائم کرو ☆

مروی احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ سوانح حیات کے لئے دیکھئے: طبقات ابن سعد: ج ۵ ص ۳۵، ۲۵۱، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۹، ۱۷۱، ۲۷۲، ۲۷۶، ۲۹۱، ۲۹۲، ج ۶ ص ۱۷۵، ۲۱۳، تقریب التهذیب ا: ۳۶۸(۸۲۳)، طبقات ابن خیاط: ص ۲۷۴، تاریخ خلیفه بن خیاط: ص ۳۲۹، ۳۴۱، ۳۴۲، اسعاف المبطا برجال الموطا: ۱۸، التاریخ الکبیر: ج ۳ قسم ۲:۴۵، الجرح و التعدیل: م ۳ ق ا:۱۵-۱۶، تهذیب التهذیب: ج ۶، ص ۱۱۹، المصباح المضئی فی خلافة المستضئی (تحقیق ناجیہ عبداللہ): ج ۱ ص ۲۹۹، ۲۴۰، خلاصة الذهب المسبوک: ص ۵۲، اخبار القضاة: ج ۱ ص ۷۹، ج ۲ ص ۴۱۳، ۴۲۳، ج ۳ ص ۳، ۸، ۹

۱۷- صحیح البخاری ۲: ۱۱۶، روضة القضاة ا: ۸۹،

۱۸- اخبار القضاة ا: ۵۰، ادب القاضی (ابو المهلب) ص ۲۱

۱۹- صحیح بخاری (البیوع) ۲: ۲۰، (الاجارة) ۲: ۲۵، (الطلاق) ۳: ۱۸۸، (الطب) ۴: ۱۴، صحیح مسلم ۳: ۱۱۹۸(۱۵۶۷)، سنن ابی داود ۳: ۲۷۹(۳۴۸۱)، سنن الترمذی ۲: ۳۷۲-۳۷۳، ۳(۱۲۹۳)، (النکاح) ۲، ۳۰۰(۱۱۳۲)، سنن النسائی ۷: ۱۸۹، (البیوع) ۷: ۳۰۹، موطا امام مالک بشرح تنویر الحوالک ا: ۱۷، مجمع الزوائد ۴: ۹۰-۹۱

۲۰- مسند امام احمد ۵: ۴۲۴، مجمع الزوائد ۴: ۲۰۰، السنن الکبری ۱۰-۱۳۸، مجمع الزوائد ۴: ۱۵۱، تلخیص الحبیر ۴:۱۸۹-۱۹۰، (۲۰۹۴) المصنف ۸: ۱۴۷(۱۴۶۶۵)، کشف الخفاء ۲: ۴۶۳(۲۸۹۲)، الجامع الصغیر ۲: ۱۹۵، ادب القاضی (قیسی): ۲۴، غلول کے معنی کے لئے دیکھئے: نهاية ۳: ۳۸۰،

۲۱- موطا امام مالک بشرح الزرقانی: ۴: ۳۴۴، بروایت محمد بن حسن: ص ۲۹۵، شرح تنویر الحوالک: ۲: ۹۸، سنن ابی داود ۳: ۳۶۴(۳۴۱۵)، ادب القاضی (ابو المهلب): ۲۳،

۲۲- ابن رواحہ کی کنیت ابو محمد تھی، بعض کے نزدیک ابو رواحہ اور بعض کے نزدیک ابو عمرو تھی، ان کا نام عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الانصاری الحارثی المدنی ہے یہ بیعت عقبہ میں موجود تھے اسی رات یہ قبیلہ بنی حارث کی طرف سے نقیب تھے، سوائے فتح مکہ کے غزوہ بدر، غزوہ احد غزوہ خندق، غزوہ حدیبیہ، غزوہ خیبر اور دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے تھے، غزوہ موتہ کے موقع پر ۸ ھ میں شہید ہوئے، یہ ان شعرا میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور مسلمانوں کا اپنے اشعار سے دفاع کیا تھا، یہ ایک جرات مند مجاہد تھے اور فی البدیہ شعر کہتے تھے۔ ان کے مناقب اور سوانح حیات کے لئے دیکھئے: صحیح البخاری ۳: ۳۹، مجمع الزوائد ۶: ۱۵۶، ۹: ۳۱۶، اسد الغابة ۳: ۲۳۴(۲۹۳۱)، الاستیعاب ۲: ۲۸۴-۲۸۸، طبقات ابن سعد: ج ۲ قسم ۱ ص ۱۲، ۴۲، ۶۶، ۸۸، ۹۳، ۹۴، ج ۳ قسم ۱ ص ۳۲، قسم ۲: ۲۲، ۸۰، ۸۳، ج ۴، قسم ۱: ۲۵، ۲۷، ۱۱۷، ج ۶ قسم ۲ ص ۱۱۷، تہذیب الاسماء و اللغات: قسم ۱ ص ۲۶۵، الاصابة ۲: ۲۹۸(۴۶۷۶)۔

۲۳- مبسوط للسرخسی: ج ۲۳ ص ۷

۲۴- شارح یہاں اپنی کتاب شرح المختصر کی طرف اشارہ کرتے ہیں، دوسری جگہ انہوں نے کتاب المختصر الکافی کی طرف اشارہ کیا ہے، غالبا یہ کتاب "مختصر الحاکم" (محمد بن محمد بن احمد) المعروف الحاکم الشہید المروزی البلخی کی تصنیف کردہ ہے جو ۳۳۴ھ میں شہید ہوئے تھے، ان کی یہ کتاب امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتابوں کے بعد حنفی مذہب کی بنیادی کتابوں میں شمار ہوتی ہے، اس کتاب کے بارے میں مزید دیکھئے: الجواهر المضية ۲: ۱۱۲-۱۱۳(۳۴۱)، الفوائد البهية: ۱۸۵ - ۱۸۶، طبقات الفقهاء: ص ۵۷، طبقات اصحاب الحنفية (مخطوطه): ۱۷ آ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شارح اپنی اس کتاب شرح المختصر کی تکمیل

نہیں کر سکے تھے' اس لئے کہ وہ مزارعہ کے عنوان تک نہیں پہنچ سکے تھے' تذکرہ نگاروں نے بھی ان کی اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کو شہرت عام حاصل نہ ہو سکی ہو اور ان کی دیگر گم شدہ کتب کی طرح یہ بھی مفقود ہو۔

۲۵- ادب القاضی (ابی مہلب): ۲۳'

۲۶- مجمع الزوائد ۴: ۱۴۳-۱۴۴' المطالب العالیۃ ۱: ۴۱۶-۴۶۷(۱۳۸۹)' المصنف ۸:۲۶۸-۲۶۹(۱۵۱۷۷)۔

۲۷- کتاب العتاق- امام محمد بن الحسن کی کتاب -المبسوط- کا ایک جزء ہے جو انہوں نے خود تصنیف کی تھی' دیکھئے: شرح المبسوط للسرخسی: ج ۷ ص ۶۰'

۲۸- النوادر- امام محمد کی کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام ہے اس کتاب کے بارے میں دیکھئے: مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ: ج ۲ ص ۲۶۲-۲۶۳' امام ابو یوسف کی بھی النوادر نامی ایک کتاب ہے۔

۲۹- صحیح البخاری (الزکاۃ) ۱: ۱۸۰' (الھبۃ: ۲: ۶۱' (الاحکام) ۴: ۱۶۲-۱۶۵ (الحیل) ۴: ۱۴۰' صحیح مسلم ۳: ۱۴۶۳(۱۸۳۲)' شرح امام نووی' ۱۲: ۲۱۹' سنن ابی داود ۳: ۱۳۴-۱۳۵ (۲۹۴۶)' مسند امام احمد ۵: ۴۲۳' مسند امام شافعی (حاشیۃ کتاب الام) ۶: ۱۲۹)' منحۃ المعبود: ۱۳۱-۸۳۱' المعجم الصغیر ۲: ۲۶' اخبار القضاۃ ۱: ۵۷-۵۸' ادب القاضی والقضاۃ (ابو المھلب القیسی): ۲۲' ذخائر المواریث فی الدلالہ علی مواضع الحدیث ۳: ۱۵۷(۶۸۳۷)'

۳۰- عبداللہ بن اللتبیہ قبیلہ بنی تب لی طرف منسوب ہیں جو قبیلہ الاسد یا الازد کی ایک شاخ ہے' المہذب میں ان کو قبیلہ بنی اسد کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو غلط ہے صحیح یہ ہے کہ ان کا تعلق قبیلہ الاسد سے تھا' دیکھئے: تہذیب الاسماء واللغات: قسم ا ج ۲ ص ۳۰۱(۵۸۰)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقات وصول کرنے پر مامور فرمایا تھا' مزید دیکھئے: طبقات ابن سعد: ج ۲ قسم ۱ ص ۱۱۵' الاصابۃ ۲: ۳۵۵(۴۹۲۳)' اسد الغابۃ ۳: ۳۷۴(۳۱۵۴)' ڈاکٹر فرحات الدشراوی (جنہوں نے کتاب ادب القاضی و القضاء از ابی مہلب ہیثم بن سلیمان القیسی کو ایڈٹ کیا ہے) کو ان کے نام سے غلطی لگی ہے انہوں نے ان کو ابن الابت لکھا ہے دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ: ۱۳۷۔

۳۱- اخبار القضاۃ ۱: ۵۹-۶۰' ادب القاضی و القضاۃ (ابو المھلب القیسی) ۲۳۔

۳۲- ادب القاضی و القضاۃ (ابو المھلب القیسی): ۲۳-۲۴' طبقات ابن سعد ۵: ۲۷۸' سیرۃ عمر بن عبدالعزیز: ص ۱۶۰'

۳۳- الطبقات الکبری: ج ۳ قسم ا ص ۱۰۷' السنن الکبری ۱۰: ۱۳۹'

۳۴- ابو عبدالرحمن طاوس بن کیسان الیمانی الحمیری ایک غلام تھے اور یمن کے ایک شہر جند میں سکونت پذیر تھے' ان کا شمار جلیل القدر تابعین' علماء' فضلاء' اور صالحین میں ہوتا ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عمرو وغیرہ سے سماعت حدیث کی تھی اور ان سے ان کے بیٹے عبداللہ الصالح بن الصالح' مجاہد عمرو بن دینار و دیگر تابعین نے حدیث کی روایت کی ہے' علماء ان کی جلالت شان' عظمت اور وفور علم پر متفق ہیں' مکہ مکرمہ میں ۱۰۶ھ میں وفات پائی' ان کی سوانح حیات کے لئے دیکھئے: تہذیب الاسماء و اللغات: قسم ا ج ا ص ۲۵۱(۲۶۹)' تہذیب التہذیب ۵: ۸' حلیۃ الاولیاء ۴: ۳' خلاصۃ تذھیب الکمال: ۱۵۳' شذرات الذھب ۱: ۱۳۳' طبقات ابن سعد ۵: ۳۹۱' طبقات الشیرازی: ۷۲' وفیات الاعیان ۱: ۲۳۳' طبقات الحفاظ: ص ۳۴(۷۷)' تذکرۃ الحفاظ ۱: ۹۰(۷۹)۔

۳۵۔ ابو الشعثاء جابر بن زید الازدی البصری ایک تابعی ہیں' انہوں نے حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر' الحکم بن عمرو الغفاری سے حدیث کی روایت کی اور ان سے عمرو بن دینار' قتادہ' عمرو بن حزم سے روایت کیا ہے' ان کے ثقہ ہونے پر اور ان کی جلالت شان پر سب علماء متفق ہیں' ان کا شمار آئمہ تابعین اور فقہاء میں ہوتا ہے' ان کا اپنا ایک فقہی مذہب تھا' ۹۳ھ میں وفات پائی' مزید دیکھئے: تهذيب التهذيب ۲: ۳۸' خلاصة تذهيب الكمال: ۵۰' شذرات الذهب ۱: ۱۰۱' طبقات ابن سعد: ج ۷ قسم ۱ ص ۱۳۰' طبقات الشيرازى: ۸۸' العبر ۱: ۱۰۸' طبقات الحفاظ : ۲۸' تهذيب الاسماء واللغات: ۱۴۱۔۱۴۲(۹۸)' تذكرة الحفاظ ۱: ۷۲(۶۷)' المعرفة والتاريخ: ۱۲' طبقات خليفه ابن خياط: ۲۱۰'

۳۶۔ عطاء نامی تین حضرات ہیں جن کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے اور جن کے ثقہ ہونے پر سب متفق ہیں' وہ یہ ہیں: (۱) عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۵ھ' ان کی سوانح حیات کے لئے دیکھئے: تذكرة الحفاظ ۱: ۹۸(۹۰)' تهذيب التهذيب ۷: ۱۹۹' حلية الاولياء ۳: ۳۱۰' خلاصة تذهيب الكمال: ۲۲۵' شذرات الذهب: ۱۴۷' طبقات القراء ۱: ۵۱۳' العبر ۱: ۱۴۱' ميزان الاعتدال ۳: ۷۰' النجوم الزاهرة ۱: ۲۷۳' نكت الهميان: ۱۹۹' وفيات الاعيان ۱: ۳۱۸' طبقات الحفاظ ص ۳۹(۸۹)' تهذيب الاسماء واللغات ۱: ۱: ۳۳۳(۴۰۹): (۲) عطاء الخراسانی (ابو عثمان بن ابی مسلم)' اریحاء میں ۱۳۵ھ میں وفات پائی تھی' سوانح حیات کے لئے دیکھئے: خلاصة تذهيب الكمال: ۲۲۶' شذرات الذهب ۱: ۱۹۲' طبقات ابن سعد: ج ۷ قسم ۲ ص ۱۰۲' العبر ۱: ۱۸۲' النجوم الزاهرة ۱: ۳۳۱' طبقات الحفاظ: ۶۰(۱۳۰)' تهذيب الاسماء و اللغات ۱: ۱: ۳۳۴' (۴۱۰)' المعرفة والتاريخ ۲: ۳۷۶' (۳) عطا بن یسار متوفی ۱۰۳ھ' سوانح کے لئے دیکھئے: تذكرة الحفاظ ۱: ۹۰(۸۰)' خلاصة تذهيب الكمال: ۲۲۶' شذرات الذهب ۱: ۱۲۵' طبقات ابن سعد ۵: ۱۲۹' العبر ۱: ۱۲۵' طبقات الحفاظ: ۳۴(۷۸)' تهذيب الاسماء و اللغات ۱: ۳۳۵ (۴۱۱)۔

۳۷۔ حجاج بن ارطاۃ النخعی الکوفی' حدیث اور فقہ کے امام ہیں' غالباً ۱۴۹ھ میں وفات پائی' مزید دیکھئے: تذكرة الحفاظ ۱: ۱۸۶(۱۸۱)' تبذيب الاسماء اللغات ۱:۱: ۱۵۲(۱۱۲)' المعرفة و التاريخ ۲ : ۸۰۳' طبقات ابن سعد ۶: ۲۳۹' ۲۴۷' ۷: ۲: ۸۵۔

۳۸۔ روضة القضاة ۱: ۸۹' المغنى ۱۱: ۴۳۸' الشرح الكبير ۱۱: ۴۰۳'

۳۹۔ عبیداللہ بن زیاد بن ابی سفیان' کنیت ابو حفص تھی' ان کے والد کو حضرت معاویہ نے نسباً اپنے ساتھ ملا لیا تھا' حضرت معاویہ کی طرف سے پہلے خراسان میں اور پھر عراق کے گورنر بنائے گئے تھے۔ ۶۷ھ میں قتل ہوئے' ان کی سوانح حیات کے بارے میں دیکھئے: المعارف: ۳۴۷' تاريخ خليفه بن خياط: ۱۶۵' ۲۰۶' ۲۱۰' ۲۱۲' ۲۱۳' ۲۱۷' ۲۲۱' ۲۲۶' ۲۴۶' ۲۵۱' ۲۵۳' ۲۵۴' ۲۵۵' ۲۵۸' ۲۵۹' ۲۶۰' فتوح البلدان: ص ۳۶۹' ۴۰۱' ۴۰۴' طبقات ابن سعد: ۴: ۱: ۲۹' ۴: ۲' ۲۶' ۵: ۱۶' ۲۷' ۲۸' ۲۹' ۷۳' ۱۲۵' ۱۶۹' ۴۰۹' ۶: ۷۰' ۷۴' ۱۳۴' ۱۵۱' ۷: ۱: ۸' ۲۰' ۷: ۲: ۳۹' ۶۱' ۷۱'

۴۰۔ المصنف (عبدالرزاق): ج ۸ ص ۱۴۹(۱۴۶۷۲)۔

۴۱۔ المصنف: ۸ ص ۱۴۹(۱۴۶۷۱)' السنن الكبرى ۱۰: ۱۳۹

۴۲۔ دیکھئے شافعیہ کے موقف کے لئے کتاب الام (امام شافعی) ۶: ۲۲۱' المختصر ۵: ۲۴۵' المهذب ۲: ۲۹۳' نهاية المحتاج ۸: ۲۴۲' ادب القاضى (ماوردى) ۲: ۲۶۴(۳۰۳۷)' حنفیہ کے موقف کے لئے دیکھئے: المبسوط ۱۶: ۸۲' روضة القضاة ۱: ۱۶۲(۵۷۶)' الفتاوى الهندية ۳: ۳۳۰' فتح القدير ۵: ۴۶۷'

المیسور لا یسقط بالمعسور ☆ آسان عمل تنگ حالی کے سبب ساقط نہیں ہوگا